بنت صدیق آرام جان نبی
اُس حریم براءت پہ لاکھوں سلام
یعنی ہے سورۂ نور جن کی گواہ
اُن کی پُرنور صورت پہ لاکھوں سلام

حضرت عائشہ صدیقہ - رضی اللہ عنہا - کا نکاح
حقائق کی روشنی میں

ترتیب:
عالمہ نسیم فاطمہ رضویہ
صدر معلمہ: مدرستہ البنات فاطمہ جان، شاہین نگر، حیدرآباد

جاری کردہ:
مرکز اہل سنت و جماعت
وادی رضا، علی نگر، شاہین نگر، حیدرآباد، تلنگانہ

لک الحمد یا اللہ والصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

ام المؤمنین، محبوبۂ محبوب رب العالمین، محرم راز سید المرسلین، غم گسار طٰہٰ ویٰس حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- کی بارگاہ میں یہ شعر نذر کرتے ہوئے اپنی گفتگو کا آغاز کرتی ہوں کہ:

یہ فقط آپ کی عنایت ہے
ورنہ میں کیا میری حقیقت کیا

حرف آغاز:

اللہ جل شانہ نے کائنات کی تخلیق فرمائی اور انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، پھر انھیں راہ راست پر چلانے کے لیے انبیاے کرام -علیہم السلام- کو مبعوث فرمایا، بعثت کا یہ سلسلہ ابو البشر حضرت آدم -علیہ السلام- سے شروع ہو کر خیر البشر خاتم الانبیاء والمرسلین -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- پر ختم ہوا، سید عالم -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- کی بعثت کا مقصد اصلی مکارم اخلاق کی تکمیل اور آپ کی ذات کو انسانوں کے لیے ایک رول ماڈل بنانا تھا، قرآن کریم میں ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[۱].

ترجمہ: بے شک تمھارے لیے رسول اللہ -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- کی ذات نمونۂ حیات ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

"إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ صَالِحَ الْأَخْلَاقِ.[۲]"

ترجمہ: میری بعثت مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے ہوئی ہے۔

(۱) سورۃ الاحزاب: ۳۳، الآیۃ: ۲۱۔
(۲) الادب المفرد للبخاری، باب حسن الخلق، حدیث: ۲۷۳۔

اِن مقاصد کی تکمیل کے لیے ضروری تھا کہ سرور کائنات -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- کی زندگی کا ہر پہلو انسانوں کے سامنے پیش کیا جائے، حتیٰ کہ آپ کی خلوتوں کے اَسرار بھی لوگوں کے سامنے کھولے جائیں؛ تاکہ ہر شخص آپ کی خلوت و جلوت کے طور طریقوں کو دیکھ کر ایک کامل انسان بننے کی کوشش کرے۔ اس عظیم مقصد کی تکمیل کے لیے ضرورت تھی کسی ایسی محرم راز کی جو آپ کی خانگی اور عائلی زندگی کے ہر گوشے کو محفوظ کر سکے اور پھر ادب و حیا کے دائرے میں رہ کر کمال سلیقہ مندی سے اسے لوگوں کے سامنے پیش کر سکے۔

علیم و حکیم رب العزت نے اپنے محبوب -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- کو ایک ایسی خاتون سے نکاح کا حکم دیا جو ان کی خلوتوں کی امین و راز دار ہو، جو اندرون خانہ ان کی زندگی کی ایک ایک ادا اور ہر قول و عمل کو اپنے حافظے میں محفوظ رکھنے کی صلاحیت رکھتی ہو، جس کے اندر اعلیٰ درجے کی ذہانت و فطانت ہو، جس کی زندگی میں کسی غیر کا دخل نہ ہو، جو داخلی و خارجی اثرات سے بالکل صاف ستھری ہو اور جس کا ذہن و دماغ کورے کاغذ کی مانند صاف و شفاف ہو، اللہ کی شان کہ جب بعثت و نبوت کے دسویں سال ام المؤمنین سیدہ خدیجہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- کا انتقال پُر ملال ہوا تو اولاد کی کفالت کے لیے تجربہ کار خاتون کی ضرورت کے پیش نظر پچاس سالہ بیوہ حضرت سودہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- سے نکاح فرمایا، پھر مذکورہ عظیم مقاصد کے حصول کے لیے بحکم الٰہی حضرت عائشہ صدیقہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- کو زوجیت کا شرف بخشا۔ صحیح البخاری میں ہے:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- روایت کرتی ہیں کہ رسول کریم -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم- نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تم مجھے تین راتیں خواب میں دکھائی گئیں، میرے پاس ایک فرشتہ ریشم کے کپڑے میں تمھاری تصویر لے کر آیا، وہ کہتا تھا کہ یہ تمھاری بیوی ہیں، میں نے تمھارے چہرے کو کھول کر دیکھا تو وہ تم تھیں، پھر میں کہتا کہ اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو اس کو سچا کر دے[1]۔

(۱) صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب النظر الی المرأۃ قبل التزویج، جلد دوم، ص: ۷۶۸۔

معلوم ہوا کہ ام المؤمنین -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- سے رسول کائنات -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم- کا نکاح فرمانا حکم الٰہی کے سبب تھا۔

ام المؤمنین -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- سے نکاح کی حکمتیں:

جس ذات اقدس نے اپنی پچاس سالہ زندگی ایک ایسی خاتون کے ساتھ گزار دیا جو دو شوہروں سے بیوہ تھیں، اب وہ چھ سالہ بچی سے نکاح فرمارہے ہیں؛ اس کی چند حکمتیں پیش ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

پہلی حکمت:

تاریخ شاہد ہے کہ اعلان نبوت سے ہجرت تک کا زمانہ پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کے لیے بہت کٹھن اور خطرناک تھا، لمحہ لمحہ کفار ومشرکین کا ظلم وستم بڑھتا جا رہا تھا، سرزمین مکہ پر مسلمانوں کا جینا ناممکن ہو رہا تھا، ہر روز سرکار -علیہ السلام- کے قتل کے منصوبے بنائے جا رہے تھے، مکہ کے پُرخطر ماحول میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی -علیہ السلام- کی جاں نثاری کے لیے قریش کے ایک ایسے معزز سردار کا انتخاب فرمایا جنھوں نے اپنی جان دینا تو گوارا کیا لیکن سرکار کو کوئی تکلیف پہنچائے، یہ گوارا نہ کیا، اب کفار ومشرکین میں یہ جرأت نہ تھی کہ حضور کی طرف نگاہ اٹھائیں۔

وہ ابوبکر ہی تھے جنھوں نے ابوجہل جیسے مکہ کے سردار کے غرور کو خاک میں ملایا تھا، دن رات حضور -علیہ السلام- کی پہرے داری فرماتے تھے، اپنا سب کچھ حضور -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- پر قربان کر دیا، اسی غلامی اور جاں نثاری کا صلہ رب نے یہ عطا فرمایا کہ اپنے رسول -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- کو حکم فرمایا کہ سیدنا ابوبکر صدیق کی نور نظر عائشہ کو اپنی زوجیت میں لے لیں، اس نکاح سے حضور -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے نہ صرف ابوبکر سے اپنی محبت ظاہر کی بلکہ اس نکاح کے ذریعہ خاندان قریش کے بااثر گھرانے سے آپ کا سسرالی رشتہ بھی قائم ہوا، جس کے سبب آپ کی جان کو لاحق خطرات میں کافی حد تک کمی آئی اور ہجرت کی راہ آسان ہوگئی۔

دوسری حکمت:

علم دین حاصل کرنا جس طرح مردوں پر فرض ہے؛ اُسی طرح عورتوں پر بھی فرض ہے، اللہ کے رسول -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- مردوں کے بھی رسول اور معلم ہیں اور عورتوں کے بھی، شرعی احکام مردوں کے لیے بھی ہیں اور عورتوں کے لیے بھی، مگر کچھ احکام عورتوں کے لیے مخصوص ہیں، مثلاً: حیض و نفاس سے پاکی کے احکام عورتوں کے لیے خاص ہیں۔ اسلام کا سب سے اہم حصہ پاکی ہے اور اسی پر عبادتوں کا دار و مدار ہے۔ عورتوں کو بہت سے مخصوص مسائل کی تعلیم دینے کے لیے اللہ کے رسول کو ایک ذہین و فطین خاتون کی ضرورت تھی جو آپ کی زوجیت میں آکر، خلوت و جلوت میں آپ کے ساتھ رہ کر، دین کے احکام براہ راست آپ سے حاصل کر کے امت مسلمہ کی عورتوں تک پہنچانے کا فریضہ انجام دے سکے، بس یہی وجہ تھی کہ نبی کریم -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے بحکم الٰہی حضرت عائشہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- کو اپنی زوجیت سے سرفراز فرمایا۔

تیسری حکمت:

زمانۂ جاہلیت میں تصور عام تھا کہ اگر کوئی آدمی کسی کو اپنا بھائی کہہ دے تو اس کی بیٹی سے اس کا نکاح جائز نہیں۔ چناں چہ حضور -علیہ الصلاۃ والسلام- نے جب ماں عائشہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- سے نکاح کے لیے حضرت ابوبکر -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کو پیغام دیا تو انھوں نے پہلے تعجب کرتے ہوئے کہا کہ حضور -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے مجھے اپنا بھائی کہا ہے، پھر میری بیٹی عائشہ سے آپ کا نکاح کیوں کر ہو سکتا ہے؟ رسول خدا -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے حضرت ابوبکر -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کو جواب دیا کہ ابوبکر میرا اسلامی بھائی ہے اور نسبی بھائی کی بیٹی سے نکاح ناجائز ہے۔ حضرت ابوبکر -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- نکاح کرانے پر راضی ہو گئے اور نکاح ہو گیا۔ رسول خدا -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے اپنے اس عمل کے ذریعہ ایک جاہلانہ تصور کا خاتمہ فرمایا جو لوگوں کے ذہنوں میں بسا تھا اور اسلام کا درست نظریہ قائم فرمایا۔

یہاں پر یہ نکتہ بھی سمجھنے کا ہے کہ شادی کے پیغام پر حضرت ابوبکر -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کو پہلے تو تعجب ہوا تھا کہ اللہ کے رسول -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- مجھے بھائی فرماتے ہیں، پھر

میری بیٹی عائشہ سے نکاح بھی فرمانا چاہتے ہیں، لیکن حضرت ابوبکر -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کو اس بات پر کوئی تعجب نہیں ہوا کہ ان کی کم سن بیٹی سے اللہ کے رسول -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نکاح فرمانا چاہتے ہیں۔ حضرت ابوبکر -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- نے اس کو معیوب بھی نہیں سمجھا، بلکہ جب اصل مسئلے کی وضاحت حضور -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- سے سنی تو انھوں نے اس نکاح کو اپنے لیے قابل فخر اور باعث عزت وکرامت تصور کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس معاشرے میں یہ نکاح ہوا تھا؛ اس میں ایسی کم عمری کو معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔

چوتھی حکمت:

رسولِ خدا -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے حضرت عائشہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- سے ان کی کم عمری میں شادی کرکے سن بلوغ صغیرہ، نکاح صغیرہ، ولایت نکاح صغیرہ، خیار فسخ، نکاح، اقل مدت حمل، عدت صغیرہ، ابتداے حیض وغیرہ بہت سے فقہی مسائل کی تخریج وتشریح کی راہیں فقہاے اسلام کے لیے کھول دی ہیں، جس سے تاقیامت امت مسلمہ کو رہ نمائی ملتی رہے گی، اگر حضرت عائشہ صدیقہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- سے ان کے بلوغ کے بعد نکاح فرماتے تو حضور -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- کی خلوت وجلوت سے ۹/ سال تک مستفید ہونے کا موقع نہ ملتا اور جتنے شرعی احکام ومسائل واحادیث ماں عائشہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- کے توسط سے امت مسلمہ کو حاصل ہوئے ہیں؛ وہ حاصل نہ ہوتے۔

اس طرح کی اور بھی بہت سی حکمتیں ام المؤمنین -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- کے نکاح میں مخفی ہیں، اس مقدس نکاح کے بارے میں جتنا غور کیا جائے گا؛ اتنے ہی فوائد اور حکمتوں کے رموز کھلتے جائیں گے۔

پہلا اعتراض اور اُس کا جواب:

معترضین کی طرف سے عموماً یہی شوشہ چھوڑا جاتا ہے کہ ۶/ سال کی کم سن بچی سے نکاح کرنا اور ۹/ سال کی عمر میں اُس کی رُخصتی کر دینا سماجی اور اَخلاقی اعتبار سے پسندیدہ عمل نہیں ہے، پس جو عمل معاشرتی اور اَخلاقی طور پر ناپسندیدہ ہے؛ اُسے تمام پیغمبروں کے سردار نے کیسے انجام دیا؟

اِس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہر دور میں، ہر معاشرے میں، ہر حال میں، کم عمری کا نکاح معیوب نہیں رہا ہے۔ نکاح کا ایک پہلو معاشرتی بھی ہے، جسے اسلام نے یکسر نظر انداز نہیں کیا ہے، اگرچہ اسلام کم عمری کے نکاح کی ترغیب نہیں دیتا، لیکن کچھ استثنائی صورتوں میں ایسا نکاح ہو جائے تو وہ شریعت اسلامیہ میں ناجائز بھی نہیں، اللہ کے نبی -علیہ السلام- نے اس نکاح کے ذریعہ ایک اسلامی قانون امت مسلمہ کو دیا ہے کہ نکاح کے صحیح اور جائز ہونے کے لیے عمر کی کوئی قید نہیں۔

جس معاشرے میں اللہ کے رسول -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے حضرت عائشہ صدیقہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- سے نکاح فرمایا تھا؛ اُس معاشرے میں اگرچہ کم عمری میں نکاح کرنے کا عام رواج نہیں تھا، لیکن بعض مخصوص حالات میں یہ نکاح ہوتا تھا اور معاشرے میں اُسے معیوب بھی نہیں سمجھا جاتا تھا، اگر ہونے والا داماد لڑکی کے ماں باپ اور خاندان کے لیے قابل فخر اور باعث عظمت ہوتا تو اگرچہ لڑکی کم عمر ہوتی، پھر بھی اُس کا نکاح کر دیتے تھے، پھر بلوغ کے بعد اُسے شوہر کے گھر بھیجتے تھے۔

نیز یہ کہ ۹؍ سال کی عمر میں بھی بعض لڑکیاں بالغ ہو جاتی ہیں اور شعور و ادراک درجۂ کمال کو پہنچ جاتا ہے اور اُس سے وہ شرعی احکام متعلق ہو جاتے ہیں جو ایک بڑی عمر کی عورت کے لیے لازم ہیں۔ آج بھی بعض کم عمر لڑکے اور لڑکیاں شعور کی پختگی اور قوت حافظہ میں بعض بڑی عمر کے مردوں اور عورتوں سے آگے دکھائی دیتے ہیں۔ حضرت عائشہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- تو اللہ کے نبی -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- اور دین اسلام کے لیے اللہ کی طرف سے خاص نعمت اور رب کا انتخاب تھیں، نو عمری کے باوجود اُن کے فضل و کمال کا کیا پوچھنا تھا!

پیغمبرِ اسلام -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے ماں عائشہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- سے ۶؍ سال کی عمر میں شادی کر کے اور ۹؍ سال کی عمر میں رخصتی کرا کے عملاً مسلمانوں کو یہ قانون دیا ہے کہ نکاح کے صحیح ہونے کے لیے عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔

دوسرا اعتراض اور اُس کا جواب:

معترضین کی طرف سے ایک بڑا اعتراض یہ بھی ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلام نے حضرت عائشہ سے اُن کی کم عمری میں نکاح کر کے اُن کے ساتھ زیادتی کی ہے، اور اُنھیں اپنی جنسی زیادتی کا

نشانہ بنایا ہے۔ معاذ اللہ رب العالمین!

نبی کریم -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم- پر یہ الزام سراسر غلط ہے؛ کیوں کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- کی زندگی کا لمحہ لمحہ اِس بات پر شاہد ہے کہ آپ اُس نکاح کو اپنے لیے اللہ -عزوجل- کی عظیم نعمت، وجہ سعادت اور سرمایۂ افتخار سمجھتی تھیں، آپ اپنی ازدواجی زندگی سے مکمل طور سے مطمئن اور خوش تھیں، آپ ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ حضور -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم- سے محبت کرتی تھیں، اگر آپ پر ذرا بھی جنسی زیادتی ہوئی ہوتی، اور آپ کی مرضی کے خلاف جبراً آپ سے حضور -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم- کا نکاح ہوا ہوتا تو آپ نہ تو اس نکاح کو اپنے لیے سرمایۂ افتخار سمجھتیں، اور نہ ہی حضور -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم- سے اِس قدر محبت فرماتیں، اور نہ ہی آپ سے احکام شرعیہ کا اتنا بڑا ذخیرہ منقول ہوتا۔

کم عمری میں نکاح اہل عرب کے یہاں معیوب نہیں تھا:

جس زمانے میں حضور -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم- نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- سے نکاح فرمایا تھا؛ اُس وقت عرب سماج میں کم عمری میں نکاح کو عیب نہیں سمجھا جاتا تھا، اعلان نبوت سے پہلے بھی اور اعلان نبوت کے بعد بھی، بلکہ زمانۂ جاہلیت میں تو ماں کے شکم میں موجود لڑکے یا لڑکی کا نکاح بھی عام تھا، پیدا ہوتے ہی شادی کا رواج تھا، ایسے میں اِس بات کو لے کر کہ حضور -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم- نے ام المؤمنین -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- سے کم عمری میں نکاح فرمایا؛ آپ پر انگشت نمائی اور جہالت و نادانی کے سوا کچھ نہیں۔

کم عمری میں نکاح کا رواج قدیم بھارت میں بھی تھا:

بعض حالات میں کم عمر لڑکیوں کی شادی صرف اہل عرب ہی نہیں کرتے تھے، بلکہ قدیم بھارت میں بھی ایسا ہوتا تھا، قدیم بھارت میں ہندوؤں میں ایک قسم کی شادی کا رواج تھا، جس سے "دیووِواہ" کہا جاتا تھا، گاؤں دیہات کے لوگ کبھی کبھی اپنے گھر پہ رِشیوں کو بلا کر یگ کرواتے تھے اور رِشیوں کے ساتھ آئے ہوئے کسی پروہیت سے اپنی لڑکی کا نکاح کر دیتے

تھے، اس نکاح کو وہ "دیو وواہ" کہتے تھے، ایسی شادی میں کبھی کبھار کم عمر بچی کو بھی کسی پروہیت کے نکاح میں دے دیا جاتا تھا، پھر بھی اُس شادی کو ناپسند نہیں سمجھا جاتا تھا، بلکہ بابرکت تصور کیا جاتا تھا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- کی شادی کو لے کر پیغمبرِ اسلام کی ذات کو نشانہ بنانے والے شدت پسند ہندوؤں کو سوچنا چاہیے کہ اُن کی مذہبی کتاب "بال میکی رامائن" کے مطابق رام چندر جی نے جس وقت سیتا جی سے شادی کی تھی؛ اُس وقت رام چندر جی کی عمر ۱۳/ سال اور سیتا جی کی عمر ۶/ سال تھی۔ رام چندر کے چھوٹے بھائی لکشمن کی شادی سیتا کی چھوٹی بہن اُرمیلا سے اُسی دن ہوئی تھی جس دن رام کی شادی سیتا سے ہوئی تھی۔

اگر یہ دونوں شادیاں قابل اعتراض نہیں ہیں تو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- کی شادی پر اعتراض کیوں؟

یہ بات ہم نے صرف مخالفین کو الزامی جواب دینے کے لیے کہی، ورنہ ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ کے رسول -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- کا یہ عمل وحی الٰہی پر مبنی تھا، اس کا موازنہ کسی اور سے کرنا اسلام میں قطعاً درست نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ کفار و مشرکین نے اللہ کے رسول -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- سے دشمنی کی، اُنھیں ہر طرح سے اذیت پہنچائی، گالیاں دیں، جادوگر کہا، کاہن کہا، مجنوں کہا، لیکن کسی دشمن رسول نے حضرت عائشہ صدیقہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- کے نکاح کو بُرا نہیں کہا اور اس نکاح کے سبب کسی نے اللہ کے رسول -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- کے اَخلاق اور پاک دامنی پر کیچڑ اچھالنے کی جراءت نہیں کی، جس دور میں اللہ کے رسول -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے ماں عائشہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- سے نکاح کیا تھا؛ اُس دور میں کسی دشمن اسلام نے اسے معیوب قرار نہیں دیا تھا تو بعد کے دور میں کسی سرپھرے کا اعتراض کس شمار میں ہوگا؟ حالاں کہ اگر اُس دور میں بھی کسی کا کوئی اعتراض ہوتا تو اسلام اُسے قطعاً قابل توجہ قرار نہ دیتا؛ کیوں کہ اللہ کے رسول -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- کا قول و عمل حکم الٰہی پر مبنی تھا، جو کہ اسلام کا اٹوٹ حصّہ ہے اور یہ ہر مسلمان کا مضبوط عقیدہ ہے۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ رسول خدا -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- کا ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- سے اُن کی کم عمری میں جو نکاح ہوا تھا؛ اُس میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے، نیز جس زمانے اور جس معاشرے میں وہ نکاح ہوا تھا؛ اُس میں اِس قسم کے نکاح کو سماجی یا اَخلاقی طور پر بُرا نہیں سمجھا جاتا تھا، اگرچہ اِس طرح کے نکاح کا عام رواج نہیں تھا، قدیم بھارت میں بھی اِس طرح کی شادی کو نہ مذہبی اعتبار سے ممنوع قرار دیا جاتا تھا، نہ ہی بھارتی سنسکرتی کے خلاف تصور کیا جاتا تھا، لہذا موجودہ زمانے میں اس نکاح کو لے کر اعتراض کرنا اور واویلا مچانا سراسر غلط ہے، بہت ساری باتیں ایک معاشرہ میں بلا کراہت رائج ہوتی ہیں، جب کہ وہی باتیں دوسرے سماج میں درست نہیں ہوتیں، ہمیں اُس سماج کو دیکھنا چاہیے جس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی گزاری اور ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا، پھر نہ کوئی اعتراض ہوگا اور نہ ہی کوئی اشکال۔

اللہ کریم میری اِس ادنیٰ سی کاوش کو قبول فرمائے، اسے میرے اور میرے والدین کے لیے نجات کا ذریعہ بنائے! آمین یارب العالمین!

نوٹ: اِس مضمون کی تیاری میں ”نکاح سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: اسباب، اغراض اور فوائد“ از مولانا کمال احمد علیمی، نظامی اور ”ام المؤمنین حضرت عائشہ کا نکاح: ایک تحقیقی و تاریخی جائزہ مع ازالہ شبہات واعتراضات“ از مفتی رضاء الحق مصباحی سے خصوصی مدد لی گئی ہے، اور اختصار کو ملحوظ رکھا گیا ہے، تحقیق و تفصیل کے لیے مذکورہ کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔